عہد جاہلیت میں روایتِ تشبیب اور اس کے عناصرِ ترکیبی

ڈاکٹر امتیاز احمد☆

حافظ محمد نعیم☆☆

Abstract

Pre - Islamic period has great significance in setting new trends in Arabic poetry. One of them was *Tashbib* which appeared under the influence of social and cultural circumstances. It had its own rules neither could avoid by any poet. Imra ul Qais was the first who promoted this tradition and enriched it with beautiful and unique similes and metaphors. Tashbib helped in portraying woman of that period as well as expressed her role in the society. It threw light on woman's psyche which would not be changed even in modern times.

عہدِ جاہلیت ادبِ عربی کا اساسی اور اہم دور ہے جب لغۃ الضاد میں مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی جارہی تھی اور چند ایسی ادبی اقدار وضع کی جا رہی تھیں جو بعد میں آنے والے ادباء ،شعراء اور خطباء کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ عہدِ مذکور میں ایک ایسی ہی روایت "تشبیب" کو شاعری میں فروغ حاصل ہوا جو بذاتِ خود کوئی صنف نہ بن سکی لیکن جس کی تقدیم کے بغیر قصائد تقریباً کئی صدیوں تک نامکمل تصور کیے جاتے رہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

عربی زبان میں تشبیب کی اصل یہ بیان کی گئی ہے کہ ''قدیم شاعر جب نظم کے ایک حصے میں حسیناؤں کا احوال بیان کرتا تھا تو مضامین کی حرارت سے نظم کا یہ حصہ گویا لو دینے لگتا تھا۔ عربی میں شَبَّبَ النَّارَ کے معنی ہیں اس نے آگ بھڑکائی۔ اس مناسبت سے نظم کے اس حصے کو تشبیب کہا جانے لگا اور یہ لفظ عربی زبان کے ایک دوسرے لفظ 'نسیب' کا مترادف ٹھہرا۔''(۱)

جبکہ نسیب کی تعریف ناقدین ادب نے اس طرح کی ہے:

''الشکوی من فراقھا والتشوق الی لقائھا وإظھار الحب لھا ''(۲)

(یعنی نسیب نام ہے) شکوۂ فراق، اشتیاق ملاقات اور اظہار محبت کا۔

تاج العروس میں تشبیب کا مطلب ''ذکر ایام الشباب واللھو والغزل '' جبکہ لسان العرب میں ''النسیب بالنساء'' مندرج ہیں۔(۳) احمد الہاشمی نے بھی نسیب کو تشبیب اور تغزل سے موسوم کیا ہے۔(۴) چنانچہ آئندہ سطور میں نسیب اور تشبیب کو باہم مترادف معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

عہدِ جاہلیت میں اغراضِ شعر میں نسیب کو درجۂ اول حاصل تھا یہاں تک کہ اگر اس کے ساتھ کوئی اور غرض منضم ہوتی تو نسیب کو مقدم کیا جاتا اور اسی سے قصیدے کا آغاز ہوتا کیونکہ اس میں نفس کو بہلانے اور دل کی خوشی اور راحت کا سامان ہوتا۔ ابن قتیبہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ قصیدہ میں روایت تشبیب سامعین کا التفات حاصل کرنے کے لیے مقدم ٹھہری۔ اس لیے کہ بیان حسن وعشق سے ہر شخص کو دلچسپی ہوتی ہے۔(۵)

نکلسن نے بھی ابن قتیبہ کے اسی رائے کو اپنی تصنیف میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"Then he wept and complained and begged his companion to make a halt...... Then to this he let linked the erotic prelude (nasib) and bewailed the violence of his love and the anguish of his separation from his mistress...... so as to win the hearts of his hearers(6)

جس طرح یونانی mythology کے زیر اثر شعرائے یونان اور ان کے پیروکار Olympe کی دختران Muses سے خیالات اخذ کرتے تھے۔ اسی طرح عہد جاہلی کے شعراء

میں اس قسم کے سخت اور غمگین افتتاح کی رغبت ماحول کے سبب سے پیدا ہوئی تھی۔(۷) چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جب موسم بہار میں مختلف قبائل ایک مقام پر اپنے اپنے مویشیوں کے لیے چارا مہیا کرنے کی خاطر پہلو بہ پہلو خیمہ زن ہوا کرتے تھے۔تو عاشقانہ قسم کے تعلقات قائم ہوتے۔ جب سال کا یہ خوشگوار موسم گزر جاتا تو یہ عاشقانہ معاملات بھی ختم ہو جاتے لیکن دل سے ان کا اثر نہ جاتا۔(۸)

بوروداخ Burdach نے خیال ظاہر کیا کہ عربی قصیدے میں روایت تشبیب کا سرا اسکندریہ کے یونانی محلات کی شاعری سے ملتا ہے کیونکہ بیشتر عربی نسیب متزوج عورتوں کے عشق پر مشتمل ہے جیسا شہر مذکور کے بادشاہوں کے شعراء کے ہاں معمول تھا، نیز یہ مہارت شام وعراق کے درباری شعراء کے ذریعے عرب میں منتقل ہوئی تھی۔کارل بر یکلمان نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا:

''ولکن مثل هذه الأبيات الغزلية التي تشبه النسيب في مطالع القصائد وإن لم تبلغ بعد نموًا كاملا، يعرفها أيضًا شعر القبائل التكرية في أوائل القصائد المطولة وفي أواخرها''(۹)

یعنی قصائد کے مطلعوں میں نسیب جیسے غزلیہ اشعار جو ہنوز پختہ تو نہیں ہوئے تھے، ان سے تکری قبائل کی شاعری ان سے واقف تھی مطول قصائد کی ابتداء وآخر دونوں ہی جگہ پر۔

بیشتر راویوں کی رائے کے مطابق عربوں میں سے امرؤ القیس وہ پہلا شخص ہے جس نے شاعری میں adultery کا ارتکاب اورعورتوں کی تشبیب کی۔شاہ زادہ ہونے کے باوجود عربوں کے چوراچکوں اور اوباشوں کی روش اختیار کرنے کی ترغیب دی۔مصطفیٰ صادق رافعی نے اس کے خانہ بدری کا سبب یہ بتایا ہے کہ اس نے اپنے باپ کی عورتوں کی تشبیب کی تھی ،حالانکہ بعض لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ شاہان اپنے بیٹوں کی شعر گوئی کو ناپسند کرتے تھے۔رافعی نے مھلہل کو بھی شاعری میں پہلی مرتبہ تشبیب کے ساتھ سخن کرنے والا 'زیر' قرار دیا ہے یعنی ارادۂ بدی کے بغیر عورتوں سے بات چیت کرنے والا۔البتہ نابغہ ذبیانی پر تنقید کی کہ آلِ منذر اور آلِ غسان کی دوستی کی بناء پر اس کی نسیب میں اتنی فحش گوئی ہے کہ گویا وہ کوئی رومی ہو یا فارسی۔(۱۰)

تاریخ ادب کی روایت کے مطابق عمرو بن قمیئہ وہ پہلا شاعر ہے جس نے شباب اور اس کے گذر جانے کا رونا رویا تھا۔(۱۱) اسی طرح امرؤ القیس سے پہلے بھی آثار حبیب پر ٹھہر کر رونے کی رسم موجود تھی جیسا کہ اسی نے کہا:

غوجا علی الطلل المحیل لاننا   نبکی الدیار کما بکی ابن خذام

اے میرے دونوں دوستو ان تبدیل شدہ کھنڈروں پر (کے پاس) ٹھہرو، ممکن ہے کہ ہم دیار محبوب پر اس طرح رولیں جس طرح ابن خذام رویا۔(۱۲)

محمد کاظم نے زمانہ حال کے مصری ادیب اور عربی ادب کے مؤرخ احمد حسن الزیات کے حوالہ سے امرؤ القیس کی روایت ساز مقام کے بارے لکھا ہے:

''زندگی بھر کی سیاحتوں، مہم جوئیوں اور قبائل سے میل جول نے اس کی طبع کو جلا بخشی۔ چنانچہ اس نے شاعری میں نئے نئے معانی پیدا کیے، اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے نئی راہیں کھولیں۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے کھنڈروں پر کھڑے ہو کر دیار محبوب کی ویرانی پر اشک بہائے، اور معاملاتِ حُسن و عشق کا اپنی نظموں میں برملا ذکر کیا، اور حسیناؤں کو ہرنیوں اور غزالوں سے تشبیہ دی۔''(۱۳)

تشبیب میں لائے جانے والے نسوانی نام کبھی حقیقی ہوتے ہیں۔ مثلاً سچ مچ شاعر کی بیوی یا محبوبہ کا نام اور کبھی ''دعد''، ''قطام''، ''ھند'' وغیرہ فرضی و علامتی، جیسے اردو شاعری میں علامتی محبوب کے لیے ''سلمیٰ'' یا ''لیلیٰ'' کے نام۔ ان علامتی نسوانی کرداروں کو ''عرائس الشعر'' ''شعری دلہنیں'' یا نساء الغزل کہا جاتا ہے۔(۱۴)

جاہلی تشبیب جس قسم کے مضامین پر مشتمل تھی، اس بارے ڈاکٹر خورشید رضوی رقم طراز ہیں:

''تشبیب یا نسیب میں اکثر یہ منظر دکھایا جاتا ہے کہ شاعر کا گزر سفر کے دوران ایک ایسے مقام سے ہو رہا ہے جہاں کسی زمانے میں محبوب کے قبیلے نے خیمے گاڑے تھے اور شاعر نے وصال کے دن دیکھے تھے۔ اب یہاں چولھے کے سیاہ پتھر، خیمے کے گرد اگر دکھدی ہوئی نالی اور ایسے ہی بچے کھچے آثار باقی ملیں جنہیں اکثر ہاتھ یا کلائی پر ''وشم'' یعنی گودنے کے نشانات (Tattoo)

سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ان آ ثار کو دیکھ کر شاعر کے جذبات میں ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ وہ عالم وارفتگی میں ان سے ہم کلام ہونا چاہتا ہے اور عمرِ رفتہ کو آواز دینے کے لیے اپنے ساتھیوں کو اس مقام پر ٹھیر کر محبوب اور دیارِ محبوب کی یاد میں گریہ وزاری کی دعوت دیتا ہے اور بھولی بسری داستان عشق کے بیان سے داغ ہائے سینہ کو تازہ کرتا ہے۔"(۱۵)

عنترہ کہتا ہے:

حُيِّيتَ مِن طَلَلٍ تَقَادَمَ عَهدُهُ   اَقْوٰى واَقْفَرَ بعد اُمِّ الهَيْثَم

پرانے کھنڈر خدا کرے تو دیر تک قائم رہے، جس پر ایک زمانہ گزر گیا ہے اور ام ھیثم کے جانے کے بعد ویران اور سونا پڑا ہے۔(۱۶)

اور زہیر کہتا ہے:

وَقَفْتُ بِهَا مِن بعدِ عشرِيْنَ حِجّةٍ   فَلأيًا عرَفْتُ الدّارَ بعد تَوَهُّمِ

اَثَافِيَّ سُفْعًا فِي مُعَرَّسِ مِرْجَلٍ   ونُؤْيًا كَجِذْمِ الحَوْضِ لَمْ يَتَثَلَّمِ

بیس برس بعد میں نے اس اجڑے گھر میں توقف کیا اور بڑی مشکل سے دیر تک سوچنے کے بعد اسے پہچانا۔ میں نے ان سیاہ پتھروں کو پہچانا جو ہانڈی پکانے کی جگہ پڑے ہوئے تھے اور اس نالی کو بھی پہچانا جو خیمے کے اردگرد کھودی گئی تھی اور اصلی حوض کی طرح تھی اور منہدم نہ ہوئی تھی۔(۱۷)

اسی طرح محبوب کی طرف شوق ومحبت کا اظہار کبھی تو اونٹوں کے بلبلانے، کبوتروں اور فاختاؤں کے گانے، بجلیوں کے چمکنے، آگ کی روشنی اور بادِ نسیم کے چلنے کی وجہ سے تازہ ہوتا اور کبھی پھولوں کی توصیف سے جو ان منازل میں ہوتے جیسے گل شبو (لیونڈر) گاؤ چشمہ، بابونہ دشتی اور جنگلی نرگس وغیرہ۔

نابغہ کہتا ہے:

اِذا تَغَنّٰى الحمامُ الوُرْقُ هَيَّجَنِي   واِنْ تَغَوَّبَتْ عَنّا اُمُّ عمّار

اے ام عمار! اگرچہ تو نے ہم سے دور اختیار کر لی ہے مگر جب خاکستری رنگ کی کبوتریاں گاتی ہیں تو وہ میرے شوق کو برانگیختہ کر دیتی ہیں۔(۱۸)

نسیب میں عورتوں کے احوال کی شرح کرتے ہوئے ان کے سفر اور اقامت کا تذکرہ بھی ہوتا۔ زہیر کہتا ہے:

تَبَصَّرْ خلیلی هل تری مِن ظعائن تَحَمَّلْنَ بالعَلیاء مِن فوقِ جُرثُم

عَلَوْنَ بانماطٍ عِتاقٍ وکِلَّةٍ ورادٍ حواشیها مُشاکِهَةِ الدَّم

میرے دوست! ذرا غور سے دیکھو کیا تمہیں ایسی هودہ نشین عورتیں نظر آتی ہیں جو چشمہ جرثم کی اوپر کی بلند زمین میں سفر کر رہی ہیں۔ انہوں نے هودوں پر صوف کے عمدہ پردے آویزاں کر رکھے ہیں اور (ان پر) ایسے باریک پردے بھی (ڈال رکھے) ہیں جن کے کنارے خون کی طرح سرخ ہیں۔

بکرن بکورًا واستحرْنَ بِسُحْرَةٍ فهُنَّ ووادی الرَّسّ کالیَدِ للفَم

فَلَمّا وَرَدْنَ المَاءَ زُرْقًا جِمَامُهُ وَضَعْنَ عِصِیَّ الحَاضِرِ المُتَخَیِّم

وہ عورتیں صبح سویرے اٹھیں اور جھٹ پٹے میں چل دیں اور ان کا وادیٔ رس میں پہنچنا ایسا تھا جیسے ہاتھ منہ تک (بلا تکلف پہنچتا ہے) پس جب وہ ایسے پانی (کے چشمے) پر پہنچیں جو اپنی صفائی اور گہرائی کے باعث نیلگوں نظر آتا ہے تو وہیں ڈیرہ لگا کر مقیم ہوگئیں۔(۱۹)

جاہلی شعراء عورتوں کے محاسن بیان کرتے وقت ان فطری اوصاف تک محدود رہتے جن پر اس وقت نظر پڑتی جب وہ محجوب نہ ہوتیں۔ بلکہ غزل کی طہارت بلحاظِ حسن اس فطری انداز سے واقع ہوتی جس طرح نفس، آفتاب و ماہتاب کی خوبصورتی، باغات کی روئیدگی، پھولوں کی خوشبو وغیرہ سے آگاہ ہوتا ہے۔(۲۰)

نسوانی محاسن اور امتیازی خصوصیات کو ان بہترین تشبیہات سے مزین کیا جاتا جو حسی اور مادی اور قدیم جمالیت کے تقاضوں کے مطابق ہوتیں۔ صیانت و پاکیزگی کے لیے انڈے اور غواص کے موتی کی اور گھنے بالوں کے لیے جن میں جوڑا گم ہو جائے اور کھلا چھوڑنے پر مٹی میں لتھڑ جائیں، کھجور کے درخت کی تشبیہ لائی جاتی۔ زردی مائل سپید چہرہ کی چمک دمک کو آفتاب یا ماہ کامل یا آتش یا چراغ راہب سے مشابہ قرار دیا جاتا، اور انہیں گردن بھلی لگتی تو اسے وہ سفید ہرن کی گردن کی طرح سمجھتے۔

نابغہ کہتا ہے:

بیضاء کالشمسِ وَافتْ یَوْمَ اَسْعَدِھا لم تُوْذِ أھلاً ولم تُفْحِشْ علی جارِ
والطِیب یزدا دطِیْباً اَنْ یکون بھا فی جید واضحۃ الخدَّیْنِ مِعْطارِ

وہ محبوبہ سورج کی طرح سفید رنگ کی ہے جب کہ وہ اپنی منازل سعد میں ہوتا ہے اور اس نے نہ تو اپنے گھر والوں میں سے کسی کو تکلیف دی ہے اور نہ پڑوسی سے بدکلامی کی ہے۔ اور خوشبو کی خوشبو میں اور اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ گورے گالوں والی محبوبہ کی عطر میں بسی ہوئی گردن میں ہو۔(۲۱)

نیلی آنکھوں کی نسبت سیاہ، سرگیں، نمایاں سیاہ وسفید رنگ والی اور ہرن اور نیل گائے جیسی آنکھ زیادہ پسندیدہ تھی، سفید رنگ کے دانتوں کے لیے daisy اور ژالہ، جبکہ ثغر کے لیے لعاب کی ٹھنڈک، کھانے کی مٹھاس، ایسی خوشبوئے نکہت جو خواب چاشت کی وجہ سے ابھی جدا نہ ہوئی ہو، نیز شراب اور مشک کے جھونکوں اور الروضۃ الأنف (سرسبز وشاداب زمین جہاں کوئی جانور چرا نہ ہو) جیسی تشبیہات استعمال کی جاتیں۔

مرقش اصغر نے کہا:

وما قھوۃٌ صحباءُ کالمسک ریحھا تُعَلُّ علی الناجود طَوْرًا وتُقْدَحُ
ثُوَت فی سواء الدنّ عشرین حجۃ یُطان علیھا قرمد و تُرَوَّحُ
بأطیبَ مِن فیھا إذا جئتَ طارقًا مِن اللیل، بل فوھا اَلَذُّ اَنْصَحُ(۲۲)

اور وہ شراب سرخ جس کی بو مشک کی مانند ہو اور کبھی خرید کر پی جاتی ہو تو کبھی پیالہ بھر کر نکالی جاتی ہو جو بیس برس اس بڑے مٹکے کے بیچ میں رکھی گئی ہو جس پر رمد کا طلا کیا جاتا ہے، اس کے منہ سے زیادہ خوشبودار نہیں جب تو رات کے وقت پہنچے بلکہ زیادہ لذیذ اور لعاب دار ہے۔

وہ پہلو کو مہار سے اور قامت کو شاخ یا نیزے اور انگلیوں کی لطافت کو عنم (انگور کی بیل کے دھاگے جو ٹٹی کی لکڑیوں سے لپٹ جاتے ہیں) اور کیچوؤں سے تشبیہ دیتے اور پنڈلی کی تعریف تب کی جاتی جب وہ خاموش، پازیب والی اور گداز ہوتی۔

الحسین بن مطیر الاسدی نے کہا:

مخصرۃ الأوساط زانت عقودھا ۔۔۔ بأحسن مما زینتھا عقودھا

.....کی کمر پتلی ہے اور اس نے اپنے ہار کو اس سے کہیں زیادہ حسن بخشا ہے جتنا کہ ہار نے اسے بخشا ہے (۲۳)

بہترین عورت وہ قرار دی جاتی جو آزاد، نعمت پروردہ، انتہائی آرام پسند ہو اور چاشت تک سوتی رہے، گھر کا کام کاج نہ کرتی ہو، چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے والی، خراماں رفتار۔ اس کی دیگر صفات میں سے شیرینیٔ گفتار کے علاوہ ایسا انداز گفتگو تھا جو زیور کے گرنے کی مانند ہو، نیز پاکدامن، شوہر کی وفادار اور اس کا راز چھپانے والی، پڑوسیوں کے رازوں میں خیانت نہ کرنے والی۔

شنفری نے کہا:

اُمیمۃ لایخزی نثاھا حلیلھا ۔۔۔ إذا ذکر النسوانُ عفّت وجلّت (۲۴)

وہ امیمہ ہے، اس کی خبر اس کے خاوند کو رسوا نہیں کرتی۔ جب عورتوں کا ذکر آئے تو وہ عفیف اور پاکدامن سمجھی جائے۔

ہمیں نسیب میں عورتوں کی بعض فطری اور نفسیاتی رویوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ علقمہ بن عبدہ نے کہا:

فإن تسألونی بالنساء، فإنّنی ۔۔۔ خبیر بأدواء النساء طبیب

إذا شاب رأس المرء أوقلّ مالُہ ۔۔۔ فلیس لہ فی ودّھنّ نصیبُ (۲۵)

اگر تم لوگ مجھ سے عورتوں کی بابت پوچھو تو میں عورتوں کی بیماریوں سے متعلق ماہر طبیب ہوں۔ جب آدمی کا سر سفید یا اس کا مال کم ہو جائے تو ان کی چاہت میں سے اس کا کوئی حصہ نہیں رہ جاتا۔

اور کعب بن زہیر نے محبوبہ کی تلون مزاجی کو یوں بیان کیا:

فما تدوم علی حال تکون بھا ۔۔۔ کما تَلَوَّنُ فی اثوابھا الغُولُ

ولاتمسّک بالعھد الذی زعمت ۔۔۔ إلّا کما تمسک الماء الغرابیلُ (۲۶)

وہ کسی حال پر قائم نہیں رہتی جس طرح غول اپنے لبادوں میں رنگ بدلتا ہے اور عہد کو مضبوط نہیں تھامتی ہے جیسا چھلنیاں پانی روک کر نہیں رکھ سکتیں۔

جاہلی نسیب فطری ہونے کی وجہ سے شاعر کی محبت، اس کے شکوہ اور نصیحت گروں کے سادہ تعبیر سے خالی نہیں لیکن اس میں غیرت وخودداری بھی ہے جو اسے تذلل وعبودیت اور محبوبہ کے قدموں میں سر رکھنے سے روکتی ہے اور اکثر الفاظِ حب میں الفاظِ حرب خلط ملط ہو جاتے ہیں خصوصاً جب شاعر، شہسوار بھی ہوں۔

امرؤ القیس کہتا ہے: ''کیا اسماء کی محبت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی؟ اگر اس نے میری جگہ کسی اور کو دے دی ہے تو میں بھی کہیں اور دل لگالوں گا''۔(۴۷)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ جاہلی شعرا اپنی غزلیہ شاعری میں لطیف احساسات اور پاکیزہ جذبات کی عکاسی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی غزل ایک طرح سے ''عورت کا سراپا'' ہے۔ ان کے یہاں حکایت دیدہ ودل کی لطیف بیانی اور نازک خیالی نہیں ملتی۔ وہ عورت کا تذکرہ بھی اس طرح کرتے تھے جس طرح اپنے اونٹ کا اور کہیں جذبات واحساسات کا ذکر ہے تو وہ محض سخن گسترانہ بات تھی جو بہت جلد ختم ہو جاتی تھی...... اسی لیے امرؤ القیس اور نابغہ کے یہاں عورت کا یہ مادی وصف نمایاں ملتا ہے...... مگر پاکبازی اور عفت کا پہلو بہت کمزور ہے۔''

ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ لکھا ہے ''جاہلی غزل گو شعرا میں بعض ایسے شاعر بھی ملتے ہیں جن کے کلام میں پاکیزہ جذبات اور احساسات کا وصف بہت ہے بلکہ پاکیزہ جذبات کے ساتھ رفعت خیال اور ندرت بیان بھی ہے جیسے المرقش الاکبر اور الشنفری کا غزلیہ کلام''۔(۴۸)

نسیب اپنی (تشبیب) بناوٹ کے لحاظ سے زمانۂ جاہلیت ہی میں ایک مستقل صورت اختیار کر چکی تھی اور کوئی شاعر اس کی مقرر شدہ طرز سے انحراف نہ کر سکتا تھا۔ اس بارے میں گستاؤ ای۔ وان نے (Gutove E.Von) نے ابن قتیبہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

"The later poet is not permitted to leave the custom of the ancients with regard to those parts (of the ode), so as to halt at an inhabited place or to wept at a walled building, since the ancients halted at a desolated spot and an effaced vestig...... (Likewie) they are

not supposed, on the journey to the man they praise, to traverse countries that grow norcissas, myrtle and roses, for the ancients travessed countries in which there grew only desest plants."(29)

رفتہ رفتہ نسیب کے مضامین بے کیف ہوتے چلے گئے اور ان میں نا قابل تبدیل شکل اور درشتی پیدا ہوگئی۔عرب کی قدیم شاعری میں، جہاں تک نسیب کا تعلق ہے،شہری اور بدوی نسیب میں کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا...... تاہم بعد کے زمانے میں شعرا صحرائی زندگی کی بابت اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کچھ نہ جانتے تھے؛ چنانچہ نسیب بھی رفتہ رفتہ اپنی اس پرانی وضع پر جم کر رہ گئی اور آخر میں آکر یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہونے لگی کہ ہر قصیدہ اطلال کی مرثیہ خوانی سے شروع ہوا۔عباسی دور کا ایک نقاد یہ سوال کرتا ہے کہ آیا ہر صاحب زبان کے لیے جو اچھے اشعار کہہ سکتا ہو یہ ضروری ہے کہ وہ "عاشق زار" بھی ہو۔(۳۰)

تاہم تشبیب سے نظم کے آغاز کرنے کی روایت عربی شاعری کی تاریخ میں بہت دور تک چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے آثار ہمیں ساتویں صدی ہجری میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔امام محمد بن سعید بوصیری (م۶۹۶ھ) کا مشہور نعتیہ قصیدہ بردہ، تشبیب سے شروع ہوتا ہے.....قصیدے کے پہلے بیس پچیس اشعار جو مضامین ہجر وفراق میں بیان ہوئے ہیں ان کا لب ولہجہ صریحاً عاشقانہ تشبیب کا ہے۔(۳۱)

الغرض عہد جاہلیت میں روایت تشبیب کو پنپنے اور پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔جس نے خشک اور پر مشقت صحرائی ماحول میں نہ صرف لطافت وتسکین اور جمالیاتی احساس کو رواں دواں رکھا بلکہ عورت کی النصف الجمیل یعنی خوبصورت نصف زندگی کی حیثیت کو بھی قائم ودائم رکھا اور ادب ومعاشرے میں بعض ایسی اقدار کی بنیاد فراہم کی جو بعد ازاں نسیب اور غزل کی شکل میں ظاہر ہوکر ادب میں مستقل مقام پا چکی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) خالد احمد، تشبیب، (لاہور، مطبوعات/التحریر، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ/دسمبر ۱۹۸۴ء) ص ۷۔۸

(۲) فروخ، عمر، الدکتور، تاریخ الادب العربی، (بیروت: دارالعلم للملایین، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۹۸۴م) ۱/۴۹

(۳) ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب، بیروت، دارصادر، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸م؛
زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، ۱/۳۰۸

(۴) احمد الہاشمی، جواہر الادب فی ادبیات و انشاء فقہ العرب، مصر، مطبعۃ المقتطف والمقطم، ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳م، ص ۳۴۳

(۵) ابن قتیبہ محمد بن عبداللہ بن مسلم، الشعر والشعراء، مصر، مطبعۃ التقدم، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۲ھ، ص ۷

(6) Nicholson, R.A., Literary History of the Arabs 1993, Curzon Press Ltd., UK,p77

(۷) الفاخوری، حنا، الجامع فی تاریخ الادب العربی، الادب القدیم، منشورات ذوی القربی، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۳۷

(۸) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ باہتمام دانشگاہ پنجاب (لاہور، طبع اول، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء) ۲۲/۲۷۷۔۲۷۸

(۹) بروکلمان، کارل، تاریخ الادب العربی، نقلہ الی العربیۃ الدکتور عبدالحلیم النجار (مصر، دارالمعارف، الطبعۃ الرابعۃ) ۱/۲۶

(۱۰) رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، (بیروت، دارالکتاب العربی، س ن) ۱/۷۵۔۷۶

(۱۱) کارل بروکلمان، تاریخ الادب العربی، ص ۱/۲۰

(۱۲) الاسکندری، احمد، وعنانی، مصطفیٰ، بک، الوسیط فی الادب العربی وتاریخہ، مترجم پروفیسر عبدالقیوم، مولوی محمد بشیر صدیقی (لاہور، پنجاب ایڈوائزری بورڈ فاربکس، باراول ۱۹۵۷ء) ص ۹۲

(۱۳) کاظم، محمد، مضامین، عربی ادب کے مطالعے میں، (لاہور، نقش اول کتاب گھر، طبع اول، محرم الحرام، ۱۳۹۹ھ) ص

(۱۴) رضوی خورشید الحسن، ڈاکٹر، مضمون جاہلی معاشرے میں شاعر کا مقام، مجلہ سویرا، لاہور مئی۔ جون ۲۰۰۴، ص ۲۱

(۱۵) ایضاً، ص ۲۰۔۲۱

(۱۶) الاسکندری، احمد، الوسیط فی الادب العربی وتاریخہ، ص ۹۸

(۱۷) ایضاً، ص ۹۸ (۱۸) ایضاً، ص ۹۷ (۱۹) ایضاً، ص ۹۸

(۲۰) رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، ۱/۷۵

(۲۱) الاسکندری، احمد و عنانی، مصطفیٰ، بک، الوسیط فی الادب العربی وتاریخہ ترجمہ پروفیسر عبدالقیوم، ص ۹۷

(۲۲) البستانی، بطرس، ادباء العرب فی الجاھلیۃ وصدر الاسلام، دار مارون عبود طبعہ جدیدہ، س ن، ص ۶۶

(۲۳) ندوی، عبدالحلیم، ڈاکٹر، عربی ادب کی تاریخ، لاہور فینس بکس طبع اول، ۱۹۸۹ء، ۱/۱۴۲۔۱۴۳

(۲۴) البستانی بطرس، ادباء العرب فی الجاھلیۃ وصدر الاسلام، ص ۶۷

(۲۵) ایضاً، ص ۶۸ (۲۶) ایضاً، ص ۶۸ (۲۷) محمد کاظم، مضامین، ص؟

(۲۸) ندوی، عبدالحلیم، ڈاکٹر، عربی ادب کی تاریخ، ۱/؟؟

(29) Gustave, E.Von, Grunebaum, Medieval Islam, (1961; 2nd edition. The University of Chicago Press, Chicagos & Landon) p.260

(۳۰) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ۲۲/۲۷۷

(۳۱) خالد احمد، تشبیب، ص ۸